مولانا محمد عبدالجبار ڈیروی
خطیب جامع مسجد اہلحدیث کیلیانوالہ

ضرورت کے وقت طلاق کا شرعی طریقہ

اور

چند مغالطوں کا ازالہ

طلاق کا شرعی طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ۔" (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۲۱)

یعنی طلاق ایک جائز حقیقت ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں !

اس لیے شدید ضرورت یا میاں بیوی کے درمیان اتفاق نہ ہوسکنے کی صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہے، لیکن حتی الوسع اس سے گریز ہی چاہیے ! قرآنِ پاک میں ہے

" فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ .الآیة ۔" (الطلاق : ۱)

یعنی ایسے وقت میں طلاق دو، جبکہ عدت درست ہوسکے اور وہ وقت ہے طہر کا، جس میں مرد نے عورت کے ساتھ مقاربت نہیں کی، یا اُس وقت جب کہ حاملہ ہے۔ اگر دوسری طلاق دیتا ہے تو وہ دوسرے طہر میں دے، پھر دو۲ طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ پہلی طلاق اور دوسری کے بعد مرد رجوع کرسکتا ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے :

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ الآیة۔" (البقرۃ: ۲۲۹)

"یعنی طلاق جس کے بعد رجوع ہے دو دفعہ ہے، پھر رجوع کرے یا اچھے طریقے سے جانے دے۔"

اگر تیسری دفعہ طلاق دے دی تو حکم ہے :

" فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔" (ایضاً : ۲۳۰)

یعنی اگر تیسری بار طلاق دے دی ہے، تو وہ اس شوہر کے لیے حلال نہیں، جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔"

اور نکاح شرعًا وہی صحیح ہے جو تا زیست آباد ہونے کے لیے کیا جائے۔ جو نکاح بشرطِ تحلیل کیا گیا، وہ نکاح نہیں ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع میں تین طلاق دینے میں جو حکمت وسہولت رکھی ہے، وہ اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق طلاق دی جائے۔

ایک وقت میں تین طلاق دینا گناہِ کبیرہ ہے:

سنن نسائی جلد ۲ ص ۹۹ میں ہے:

"اُخبِرَ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عن رجلٍ طلّق امرأتَہٗ ثلٰث تطلیقات جمیعا، فقام غضبانًا ثمّ قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہرکم، حتّٰی قام رجل وقال یارسول اللہ الا اقتلہٗ"۔

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا "میں تمہارے اندر موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کو کھیل بنایا جا رہا ہے؟" حتیٰ کہ ایک شخص اٹھا اور کہا، "یارسول اللہ میں اسے قتل کر دوں؟"

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا گناہِ کبیرہ ہے، ایسی طلاق کے گواہ اور وثیقہ نویس بھی مجرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

"وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔"

"کہ گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔"

کیا طلاق تین بٹّے پھینکنے سے ہی واقع ہوتی ہے؟

عوام میں جہالت کی وجہ سے یہ مشہور ہے کہ طلاق ہوتی ہی وہ ہے جو تین بار کہی

جائے۔ عام طور پر طلاق کے ساتھ تین بٹے چھینکے جاتے ہیں اور ساختہ ساختہ طلاق کا لفظ کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویسوں نے اپنے بچے تلے الفاظ سے اس معاملہ کو اور تباہ کن بنا دیا ہے، جس میں تین طلاق مغلظہ کا تذکرہ یا "حرام حرام" کے لفظ کی تکرار ہوتی ہے۔ ملک میں کوئی بھی تحریری طلاق قرآنِ پاک کے طریقہ کے مطابق وثیقہ نویس نہیں لکھتے، اس انداز کے عرفِ عام میں ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین نافذ کرنا معاشرہ پر ظلم ہے، اور کتاب و سنت کی حکمت اور نظامِ اسلام کی سہولت سے صرفِ نظر کرنا ہے۔ جید علماء کرام کو میں مخلصانہ طور پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں کہ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ الآیۃ" میں الگ الگ متفرق مواقع میں شریعت کے مطابق طلاق دینے کا حکم ہے، اور آیتِ مبارکہ کا یہی مفہوم مفسرین نے تحریر فرمایا ہے۔ تفسیر کبیر رازی میں آیت ہذا کے تحت مرقوم ہے:

"ومعناہ ان التطلیق الشرعی یجب ان یکون تطلیقۃ بعد تطلیقۃ علی التفریق، دون الجمع والارسال، وھذا التفسیر ھو قول من قال الجمع بین الثلث حرام، وزعم ابو زید فی الاسرار ان ھذا ھو قال عمر وعثمان وعلی و عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وعمران بن حصین وابو موسیٰ الاشعری وابو الدرداء وحذیفۃ۔" (رضی اللہ عنھم)

"یعنی شرعی طلاق ضروری ہے کہ طلاق دینے کے بعد طلاق دینا ہو، الگ الگ، نہ کہ ایک ساتھ اور ایک ہی بار میں! اور یہ تفسیر اُن لوگوں کی ہے جو ایک وقت میں تین طلاق دینا حرام کہتے ہیں۔ اور یہی قول ہے حضرات عمر، عثمان، علی، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ ابن عمر، عمران بن حصین، ابو موسیٰ الاشعری، ابو الدرداء اور حذیفہ رضی اللہ عنہم کا۔"

یاد رہے، ان کے مقابلے میں امام شافعیؒ اور ابنِ حزمؒ ظاہری کے قول کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ علمائے احناف نے بھی آیت کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ مولانا اشرف علی

تھانویؒ کے اُستاد مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں :

انّ قولہٗ تعالیٰ الطّلاق مرّتان معناہ مرّۃً بعد مرّۃٍ فالتّطلیق الشّرعی علی التّفریق دون الجمع والارسال۔"

(حاشیہ سنن نسائی جلد ۲ ص ۹۹)

یعنی "الطّلاق مرّتانِ" کا معنیٰ یہ ہے کہ مرّۃً بعد مرّۃٍ ، الگ الگ طلاق دی جائے۔ یہی شرعی طلاق ہے ، بیک وقت طلاق نہیں!"

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فیض الباری (جلد ۴ ص ۳۱۱) میں آیت کا یہی مفہوم لکھا ہے۔

تاکید کے طور پر تکرارِ الفاظ کی صورت میں؟

ایک مجلس میں تین طلاق کہنے والا تاکید کا ارادہ کرتا ہے ، تو احناف کے نزدیک بھی ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ درمختار ج ۲ ص ۲۷۴ میں ہے :

" وان نوی التّاکید دین۔"

یعنی "اگر طلاق دینے والا تاکید کا ارادہ کرے تو تصدیق کی جائے گی۔"

اس صورت پر اہل الحدیث اور احناف دونوں متفق ہیں کہ ایک ہی وقت میں تین یا زیادہ طلاق کے الفاظ تاکید کے طور پر کہے گئے ہیں، تو ایک واقع ہوگی۔

اختلافی مسئلہ کی وضاحت احادیثِ مبارکہ سے :

قرآنِ پاک کی آیتِ بالا سے واضح ہے کہ ایک وقت میں الفاظِ طلاق کا تکرار کرنے والا چونکہ ایک " مرّۃ " میں طلاق واقع کر رہا ہے ، لہٰذا اس کے بعد "اِمساکٌ بمعروفٍ" کی صورت میں رجوع کر سکے گا۔ احادیثِ مبارکہ بھی اسی مفہوم کی تاکید کرتی ہیں :

(۱) صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۷۷ میں ہے :

"کان الطّلاق علی عھد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم و ابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثّلث واحدۃ ، فقال عمر بن الخطاب انّ النّاس قد استعجلوا فی امر

کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم "

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے دور اور عمرؓ بن الخطاب کے دورِ خلافت کے دو سال تک (ایک مجلس کی) تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا، لوگ ایک ایسے معاملہ میں جلدی کرنے لگ گئے ہیں، جس میں انھیں دیر کرنی چاہیے تھی۔ اگر ہم اس کو ان پر نافذ کر دیں۔ چنانچہ وہ نافذ کر دیں "

یہ حدیث السنن الکبریٰ للبیہقی اور المستدرک للحاکم میں بھی ہے۔

(۲) صحیح مسلم جلد اص ۴۷۸ میں ہے :

"ابو الصہباء نے ابنِ عباسؓ سے کہا، "آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے دور کے ابتدائی تین سال تک تین طلاق کو ایک بنایا جاتا تھا؟" ابنِ عباسؓ نے کہا، "ہاں"۔

(۳) صحیح مسلم جلد اص ۴۷۸ میں ابو الصہباء کی ایک اور روایت کے لفظ یہ ہیں :

" انہوں نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانے میں تین طلاقیں (ایک مجلس کی) ایک ہی بنائی جاتی تھی"؟ ابنِ عباسؓ نے فرمایا، "اسی طرح ہے"۔ جب عمرؓ کے دور میں لوگ طلاق میں تکرار کرنے لگ گئے تو حضرت عمرؓ نے (تین کو تین ہی) نافذ کر دیا"۔

حدیث شریف کے الفاظ واضح ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تعزیری طور پر اجراء کا حکم فرمایا تھا، نہ کہ سابق فیصلہ اور اجماع کو انہوں نے منسوخ اور ختم کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اصل حکم اور قانون وہی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور ابتدائی دورِ خلافتِ عمرؓ میں جاری تھا کیونکہ اس حکم کو ختم کرنے یا منسوخ کرنے کا کوئی بھی مجاز نہیں تھا، اور نہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ تعزیری حکم اس لیے تھا کہ لوگوں میں طلاق دینے کے اصل طریقہ (جو قرآنِ مقدس نے متعین کیا ہے کہ ایک طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے) کو رواج دیا جائے۔ ہمارے اس دور میں چونکہ عام لوگوں کو طلاق دینے کے صحیح طریقہ کا علم نہیں ہے، بلکہ رواج اور عرف میں یہ بات ذہنوں میں راسخ ہو گئی ہے کہ طلاق تب ہی واقع ہوتی ہے، جبکہ تین طلاق کا لفظ کہا جائے، یا تین بار لفظ دہرائے جائیں۔ ان حالات

میں سیدنا عمرؓ کا تعزیری حکم نافذ کرنے سے بے شمار معاشرتی اور اخلاقی مسائل پیدا ہونے کے امکانات موجود ہیں۔

بناء بریں، آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز ابوبکرؓ کے دور اور ابتدائی دورِ خلافتِ عمرؓ میں نافذ شدہ قانون ہی نافذ کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں میں ضرورت کے وقت بیک وقت تین طلاق دینے کو قابلِ سزا جرم قرار دیا جائے۔ اور ایسی طلاق لکھنے والے وثیقہ نویسوں کو بھی سزا دی جائے، تاکہ عام لوگ پھر اصل دین کی طرف رجوع کریں۔ اور ان میں معاشرتی اور اخلاقی خرابیاں نہ پیدا ہوں۔

سیدنا عمرؓ کے تعزیری حکم نافذ کرنے کی صورت میں

سیدنا عمرؓ کا یہ فیصلہ تو تھا کہ ایک وقت میں تین طلاقوں کو تعزیراً اور سزا کے طور پر تین ہی نافذ کیا جائے، مگر وہ یہ اجازت نہ دیتے تھے کہ ایسی مطلقہ عورت بشرطِ تحلیل نکاح کرے اور طلاق لے کر پھر پہلے کے ساتھ نکاح کر لے ــــــ جبکہ علماء احناف اس کی اجازت دیتے ہیں، حالانکہ یہ ایک قبیح اور خلافِ شرع کام ہے۔ کیونکہ بشرطِ تحلیل نکاح، درحقیقت نکاح ہی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ کے اس فیصلہ کی روح کو احناف نے قبول ہی نہیں کیا ــــــ اولاً اس تعزیری حکم کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ کے ابتدائی حکم کے لیے تبدیلی سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ ثانیاً سیدنا عمرؓ حلالہ کو زنا قرار دیتے ہیں اور ان پر آپؓ نے سنگسار کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا، جبکہ احناف حلالہ کے قائل ہیں اور اس کے فتاویٰ جاری کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا ایک واقعہ

مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۲، مع تعلیقات احمد شاکر میں ہے:

"عن ابن عباس قال طلّق رکانة بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأته ثلاثًا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنًا شدیدًا قال فسأله رسولُ الله صلی الله علیه وسلّم کیف طلّقتها؟ قال

ثلاثاً قال فی مجلس واحد؟ قال نعم! قال فانما تلک واحدۃ فارجعھا ان شئت قال فراجعھا وکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طھر۔"

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں رکانہؓ (صحابی) نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس پر بہت غمگین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا۔ آپ نے کس طرح طلاق دی ہے؟ کہا، تین طلاقیں! فرمایا۔ ایک مجلس میں؟ کہا، ہاں! آپؐ نے فرمایا پھر تو یہ ایک ہے، اگر چاہو تو تم رجوع کر لو! چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔"

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

"واخرجہ احمد وابویعلیٰ وصححہ من طریق محمد بن اسحٰق وھذا الحدیث نص فی المسئلۃ لایقبل التاویل۔"

یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ابویعلیٰ لائے ہیں اور محمد بن اسحٰق کے طریق سے اسے صحیح کہا ہے۔ اور یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے، کسی تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ علامہ احمد شاکرؒ لکھتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے۔

(تعلیقات احمد شاکر علی المسند)

علامہ ابن الہمام حنفی فتح القدیر شرح ہدایہ میں ایک حدیث سے استدلال فرماتے ہیں، جس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے۔ آپ ان کی توثیق میں لکھتے ہیں (ترجمہ):

"محمد بن اسحٰق کا ثقہ ہونا واضح حق ہے۔ امام مالکؒ سے جو جرح منقول ہے، وہ ثابت نہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے، علماء نے اسے قبول نہیں کیا جبکہ شعبہ محمد بن اسحٰق کو "امیر المومنین فی الحدیث" کا لقب دیتے ہیں۔ سفیان ثوریؒ، ابن ادریسؒ، حماد بن زیدؒ، زید بن زریعؒ، ابن علیہؒ، عبدالوارثؒ، ابن المبارکؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام احمد ابن حنبلؒ، ابن معینؒ اور عام محدثین نے اس کی احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ کتاب القرأۃ میں اس کی توثیق کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ نے ثقات میں شمار کیا ہے، امام مالکؒ نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا تھا اور صلح کر لی تھی

اور تحفے بھیجے"۔

شارح ہدایہ کی یہ تحقیق اس بارے میں حرفِ آخر ہے۔ جن لوگوں نے اس عظیم راوی حدیث کو جھوٹا کہا ہے، وہ غلط ہے اور ثابت نہیں جس طرح امام ابوحنیفہؒ کو بعض لوگوں نے (نعوذ باللہ) جھوٹا کہا ــــ (دیکھئے المجروحین لابنِ حبان، الضعفاء للعقیلی، تاریخ بغداد للخطیب) مگر یہ جرح بھی اسی طرح غلط ہے جس طرح کہ محمد بن اسحٰقؒ پر کی گئی جرح غلط ہے، ان (امام نعمانؒ بن ثابت) کو بھی امام شعبہؒ نے ثقہ کہا ہے۔ اور وہ زاہد و متقی اور پرہیزگار تھے، فقہ و اجتہاد کے ایک عظیم امام تھے۔ شارح ہدایہ کی یہ تحقیق بعد کے حنفی علماء نے قبول کی ہے۔ (دیکھئے سعایہ جلد ا ص ۲۷۲، امام الکلام ص ۱۹۲) مولانا عبد الحیٔ لکھنوی حنفی، محدثینِ کرام بھی اُن کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (تفصیل تذکرۃ الحفاظ۔ تہذیب التہذیب وغیرہ کتب اسماء الرجال میں ملاحظہ فرمایئے)

اس حدیث کی سند میں دوسرا راوی جس پر بعض لوگوں نے تنقید کی ہے، داؤد بن الحصین ہے۔ اس کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں ثابت ہیں اور ایسے رواۃ کے بارے میں قانون ہے کہ جرح مفسر ہو تو اسے ترجیح ہوتی ہے، اور جرح مبہم ہو تو تعدیل کو ترجیح دی جاتی ہے (شرح نخبہ ص ۱۱۲) اور داؤد مذکور پر جرح مبہم ہے، لہٰذا جن علماء نے تعدیل کی ہے وہ راجح ہے۔ تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۸۱ میں جن محدثین نے توثیق کی ہے، ان میں ابنِ معینؒ، امام نسائیؒ، ابنِ عدیؒ، ابنِ حبانؒ، ابنِ سعدؒ، عجلیؒ، احمد بن صالح کے اسامی مبارکہ ذکر کئے گئے ہیں۔ امام مالکؒ اس سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔

یاد رہے اہلِ حدیث کا مسئلہ طلاق میں بنیادی مستدل یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ قرآنِ پاک کی آیت اور حدیثِ صحیح مسلم ہے۔ یہ حدیث ان کی تائید کرتی ہے اور قانوناً اسے استشہاد میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ مختلف فیہا میں علماء و مفکرین کی آراء مبارکہ

۱۔ حکومتِ مصر نے علماء کی ایک کمیٹی قائم کی، جن کے مشورہ اور تحقیق کے مطابق درج ذیل قانون نافذ کیا گیا:

قانون ۲۰ دفعہ ۳ "الطلاق المقترن بعدد لفظاً واشارۃً لا یقع الا واحدۃ" (دعوتِ فکر و نظر از جسٹس مولانا کرم شاہ ازہری ص ۲۴۴)

یعنی "لفظاً یا اشارۃً ایک ہی وقت میں کئی طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہوگی"۔

۲۔ اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لیے انڈیا کے علماء اہلحدیث و دیوبند و بریلویہ کی ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی وہ مندرجہ ذیل صورتوں پر متفق ہوئے (دیکھئے مجموعہ مقالاتِ علمیہ طبع لاہور ص۱۱):

(۱) ایک مجلس میں تین طلاق کے طلاقِ مغلظہ بائنہ ہونے کا مسئلہ اجماعی اور قطعی نہیں ہے۔ اس میں سلف ہی کے زمانے سے اختلاف ہے۔

(۲) فقہی جزئیات و تفصیلات سے قطع نظر مندرجہ ذیل دو صورتوں کے بارے میں مجلسِ مذاکرہ کی رائے یہ ہے:

(الف) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے "طلاق، طلاق، طلاق" کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی، میں نے طلاق کا لفظ تاکید کے لیے دہرایا تھا، تو اس کی بات کو باور کیا جائے گا اور یہ طلاق طلاقِ مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(ب) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے، تجھے تین طلاق! مگر وہ حلفیہ بیان کرتا ہے کہ میری نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی، میں تو سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی اس لیے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کئے تھے، تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق طلاقِ مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو طلاق کا صحیح طریقہ بتایا جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا طریقہ بدعت و معصیت اور عورت کے حق میں ظلم اور زیادتی ہے۔ طلاق کے اس غلط طریقہ سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے اور طلاق دینا ضروری ہی ہو تو ایک طلاق پر بس کرنا چاہیئے اور یہ طلاق بھی عورت کی پاکی کی حالت میں دینی چاہیئے جس میں شوہر نے اس سے مقاربت نہ کی ہو۔ دستخط محفوظ الرحمان (فاضل دیوبند) سعید احمد اکبر آبادی، مختار احمد ندوی، سید احمد قادری، عبدالرحمٰن رحمانی، حامد علی، شمس پیرزادہ، عتیق الرحمٰن عثمانی صدر مجلس مذاکرہ منعقدہ نومبر ۱۹۷۳ء احمد آباد۔

(۳) سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو کہا میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی۔ اس تین بار کہنے پر تین طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں؟

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں، اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا۔ مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسدِ زائدہ کا ہو تو اگر تقلید کسی دیگر امام کی کرے گا تو کچھ مضائقہ نہیں ہوگا۔ اس کی نظیر مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورت امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنے کو درست سمجھتے ہیں چنانچہ ردالمختار میں مفصلاً مذکور ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی شافعی عالم سے پوچھ کر اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ محمد عبدالحی لکھنوی (مجموعۃ الفتاویٰ جلد۲ ص ۵۴)

یاد رہے مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اس فتویٰ سے رجوع کبھی نہیں کیا، عمدۃ الرعایہ میں حنفی مسلک کے دلائل کی تشریح ضرور کی ہے۔ محولہ بالا صورت سے رجوع کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔

(۴) جناب جسٹس مولوی محمد کرم شاہ ازہری مدیر ضیاءِ حرم مہتمم مدرسہ دارالعلوم غوثیہ بھیرہ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو "دعوتِ فکر و نظر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں کے خصوصی حالات کی بنا پر اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ ایسی صورتوں میں مرد کو رجوع کا حق ملنا چاہیئے۔ چنانچہ آخر میں رقمطراز ہیں:

"مسئلہ کے سارے پہلو آپ کے سامنے ہیں، اس کی عقلی نقلی دلیلیں اور ان پر ہر طرح کی ردّ و قدح بھی آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب آپ خود اس کے متعلق فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ اس ناچیز کی ناقص رائے میں تو ان حالات میں علماء مصر اور علماء جامعہ ازہر کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا ارجح ہے۔" (دعوتِ فکر و نظر ص ۴۴)

اس مسئلہ میں اجماع کس بات پر ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں اس بات پر اجماع رہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کے تعزیری حکم کے بعد ایک وقت کی تین طلاق کے تین واقع ہونے پر کبھی اجماع نہیں ہوا۔ علامہ عبدالحی حنفی عمدۃ الرعایہ، حاشیہ شرح الوقایہ ج ۲ ص ۷۱ میں لکھتے ہیں:

"والقول الثانی انہ اذا طلق ثلثا تقع واحدۃ رجعیۃ، وھذا

هو المنقول عن بعض الصحابة وبه قال داؤد الظاهري و
اتباعه وهو احد القولين لمالك وبعض اصحاب احمد"

یعنی "دوسرا قول یہ کہ جب تین طلاق ایک وقت میں دے، تو ایک رجعی واقع ہو گی۔ بعض صحابہؓ سے یہی منقول ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالکؒ کا ایک قول یہی ہے اور امام احمدؒ کے بعض اصحاب بھی یہی کہتے ہیں"۔

امام ابن القیمؒ نے بھی اعلام الموقعین میں متعدد صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور بعد کے علماء کا ذکر کیا ہے جو اس کے قائل ہیں۔

علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس قول کو علیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابنِ عباسؓ، طاؤسؒ، عطاءؒ، جابر بن یزید ہادیؒ۔ قاسمؒ، ناصرؒ، احمد بن عیسیٰؒ عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ اور زید بن علیؒ اور اصحابِ ابنِ عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ج ۶ ص ۲۴۵)

مقلدینِ حنفیہ کے مستدلات

ایک اشتہار میرے سامنے ہے جو کہ مسئلہ طلاق کے بارے میں ہے مشتہر نے اپنی جہالت کتاب و سنّت سے اعراض و عناد اور بے علمی کے زور پر ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے پر زور لگا دیا ہے۔ "دلائلِ احناف" کے عنوان سے دو آیتیں صاحبِ اشتہار نے اپنے استدلال میں درج کی ہیں:

(۱) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ"۔ حالانکہ یہ آیت حنفی مسلک کی تائید قطعاً نہیں کرتی ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ آیت ایک وقت کی تین کو تین نافذ کرنے کو شامل نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ پھر تو یہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ ہوتا اور ایک مجلس میں تین طلاق دینا گناہِ کبیرہ نہ ہوتا جبکہ حنفی فقہاء بھی بیک وقت تین طلاق دینے کو بدعی طلاق قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً مفسرین صحابہ کرامؓ اور علماء حنفیہ نے آیتِ مبارکہ کا یہی مفہوم متعین کیا ہے کہ طلاقِ شرعی "مرّۃ بعد مرّۃ" یعنی مختلف مواقع میں ہوتی ہے۔

اشتہار میں دوسری دلیل آیتِ مبارکہ " وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ الآية۔" (سورۂ طلاق ۱) لکھی گئی ہے اس آیتِ مبارکہ کا بھی مسئلہ مختلف فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت کا

مفہوم واضح ہے کہ نظام طلاق اور عدت میں اللہ کی مقرر کردہ حدود سے جو شخص تجاوز کرے گا، وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ ایامِ عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو کیونکہ اس طرح اکٹھے رہنے سے ان کے درمیان مصالحت اور مراجعت کا امکان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا" (الطلاق:)

"اے نبیؐ! (فرما دیجئے) جب طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا مت نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی۔ اور یہ حدیں ہیں باندھی اللہ کی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اس نے برا کیا اپنا۔ اس کو خبر نہیں شاید اللہ نیا نکالے اس پیچھے کچھ کام۔"

(ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

اگر "فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ" سے مراد اشتہاری تفسیر کے مطابق تین طلاق واقع ہونا ہے تو "لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا" کے مطابق مراجعت و مصالحت کی حکمت کیسے وقوع پذیر ہوگی؟

اشتہار مذکورہ میں حضرت عویمر العجلانیؓ کی لعان والی روایت بھی پیش کی گئی ہے، جس میں حضرت عویمرؓ العجلانی کے لعان کے بعد ان کے تین طلاق دینے کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس بارے میں علماء اہل حدیث و احناف کا اتفاق ہے کہ جدائیگی لعان کی وجہ سے ہے نہ کہ طلاقِ ثلٰث کی وجہ سے۔ لہٰذا استدلال بے معنی اور غیر مفید مطلب ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱ کے حوالہ سے حدیثِ عائشہؓ، جس میں رفاعہ قرظی کا اپنی بیوی کو بتہ طلاق دینے کا ذکر ہے، کے بارے میں اشتہار میں لکھا ہے کہ "ظاہر ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دی گئی تھیں" —— اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اور باطل ہے۔ اس کی وضاحت صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۹ میں ہی موجود ہے کہ یہ تین طلاقیں متفرق اوقات

میں دی گئی تھیں۔ بلفظِ حدیث یہ ہیں: "فطلقها آخر ثلث تطلیقات الحدیث"!
اور اسی طرح صحیح مسلم کتاب الطلاق میں ہیں۔
اور آخری دلیل اشتہار میں روایتِ رکانہؓ، جس میں ان کے بتّہ طلاق دینے کا تذکرہ ہے، تحریر کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں امام ترمذیؒ لکھتے ہیں:
"ہم اس حدیث کو اس طریق کے سوا نہیں جانتے"۔ نیز اس کی سند میں ایک راوی ہے زبیر بن سعید۔ تقریب التہذیب میں ہے کہ لین الحدیث ہے، یعنی اس کی حدیث کمزور ہے۔ سنن ابی داؤد کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔
امام ابن القیمؒ اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۳۱۶ میں لکھتے ہیں:

"ابن جوزیؒ کہتے ہیں، یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیثِ رکانہ کوئی چیز نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور علتِ حدیث کے جاننے والے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ انتہیٰ"!

لہٰذا حنفیہ کا اس سے استدلال کرنا بھی باطل ہے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا!

اس مسئلہ کا حل فریقین کے نقطہ نظر سے:

اگر ایک شخص ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے اور بعد ازاں اسے احساس ہوتا ہے کہ طلاق دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اولاد اور دیگر عوارض اسے مجبور کرتے ہیں کہ عورت کو کسی طرح واپس لائے تو اہلِ حدیث کے نزدیک چونکہ قرآنِ پاک و احادیث کی رو سے یہ ایک رجعی طلاق ہے، وہ اسے رجوع کا حق دیتے ہیں۔ اور رجوع کے بعد وہ اس کی بیوی ہے۔ اور یہ فیصلہ قرآنِ پاک کے بیان کردہ نظامِ طلاق کے عین مطابق ہے۔
مگر احناف اسے ایک اور راستہ دکھاتے ہیں کہ "وہ حلالہ کرے۔ یعنی یہ عورت چند روز کے لیے کسی شخص کے ساتھ نکاح کرے اور وہ جماع کرے اور پھر وہ طلاق دے دے تو پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی"۔ یہ حنفی فیصلہ ہے، جو کہ صریح بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں:

"لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہٗ۔"

(سنن ابنِ ماجہ ص۱۴۰)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

ایک دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ جیسا بے حیائی اور بے غیرتی کا کام کرنے اور کرانے والے کا تعارف یوں کرایا ہے:

(۲) "عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الا اخبرکم بالتیس المستعار، قالوا بلٰی یا رسول اللہ! قال ھو المحلّل لعن اللہ المحلّل و المحلّل لہٗ"۔ (سنن ابنِ ماجہ ص۱۴۰)

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں مانگے کے بکرے کا پتہ دوں؟ لوگوں نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا، وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت کی ہے"۔

(۳) صحیح مسلم جلد ا ص۳۹۲ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ابتوا نکاح ھٰذہ النّساء فلو اوتی برجل نکح امرأۃ الی اجل الّا رجمتہٗ"۔

یعنی "عورتوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح کرو جس نے کچھ وقت کے لیے نکاح کیا، میں اسے رجم (سنگسار) کردوں گا"۔

مقامِ توجہ ہے، کیا علماء احناف جو حلالہ کرنے کی اجازت اور فتاوٰی جاری فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے اس حکمِ شدید کے قائل ہیں؟ تعصب سے ہٹ کر فیصلہ کریں کہ کیا حلالہ مروجہ میں "نکاح الی اجل" نہیں ہے؟ یقیناً ہے!

(۴) عبد اللہ بن عمرؓ حلالہ کو زنا قرار دیتے تھے۔ (المستدرک للحاکم)

(۵) امام مالکؒ نے بشرطِ تحلیل نکاح کو کالعدم قرار دیا ہے اور تفریق کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (المؤطا جلد ۲ ص۱۲)